© rasailojaraid.com

عمرہ رجب میں کیا تھا، جس میں بقول حضرت عائشہؓ عبداللہؓ بھی شریک تھے، اور ان کو شاہد عینی کا مرتبہ حاصل تھا،

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے، روایات سے آنحضرتؐ کے کل چار عمرے ثابت ہوتے ہیں، جن میں ایک تو یہی عمرۂ حدیبیہ ہے، دوسرا عمرۃ القضا جو ٹھیک انہیں ایام میں ۷ھ میں ادا فرمایا تھا۔ تیسرا فتح مکہ کے بعد عمرۂ جعرانہ کے نام سے مشہور ہے، جو متفقہ طور پر ذیقعدہ کا واقعہ ہے، اور چوتھا عمرہ حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔

ظاہر ہے کہ ان چاروں عمروں میں دو عمرے یعنی عمرۂ جعرانہ اور عمرۂ حجۃ الوداع تو رجب میں ہو نہیں سکتے، اس لئے یا تو عمرۂ حدیبیہ رجب میں ہوگا، یا عمرۃ القضا جس کے لئے آنحضرتؐ حسب معاہدہ ٹھیک اُن ہی ایام میں عازم مکہ ہوئے تھے، جس میں عہدنامہ حدیبیہ ہوا تھا۔

میری رائے میں عمرۂ حدیبیہ تو رجب شروع ہونے سے کچھ دن پہلے کا واقعہ ہے، لیکن عمرۃ القضاء ٹھیک رجب میں ادا کیا گیا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے جو اس کے رجب میں ہونے سے انکار کیا ہے، اس کی وجہ یہی مکی اور مدنی تقویم کا فرق معلوم ہوتا ہے، جس کو انھوں نے نظر انداز فرما دیا۔

نوٹ :- بعض علمائے تاریخ کا بیان ہے کہ صلح حدیبیہ کے سال ایک سورج گرہن بھی ہوا تھا مگر افسوس ہے کہ اس کا صحیح مہینہ محفوظ نہیں، تاکہ اس روایت کی جانچ کی جا سکتی البتہ اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ یہ گرہن شاید واقعۂ حدیبیہ کے بعد ہوا تھا، کنگھم CUNNIGHAM نے ۱۰ اپریل ۶۲۸ء کو ایک سورج گرہن کا پتہ دیا ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ یہ حجاز میں نظر آسکتا تھا یا نہیں، علمائے ہیئت غور فرمائیں۔ (باقی)

تصحیح

"گذشتہ اشاعت (یعنی بُرھان اکتوبر ۶۴ء) کے صفحہ ۲۱۱ کی جدول میں پہلا ہی ہندسہ ۲ر اکتوبر ۶۲۳ء غلطی سے ۲۰ر اکتوبر ۶۲۳ء چھپا ہے،

اسی طرح صفحہ ۲۱۲ میں غزوۂ ذات العشیرہ کے تحت "جمادی الاولیٰ = صفر ۲ھ مطابق اکتوبر ۶۲۳ء" غلطی سے ۶۳۵ء چھپ گیا ہے، قارئین تصحیح فرمالیں۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احکامِ شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت

از مولانا محمد تقی صاحب امینی، ناظمِ دینیات مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

معاشرہ کی حالت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی ہے

معاشرہ کی حالت ہمیشہ یکساں نہیں رہتی ہے بلکہ اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، یہ تبدیلی کبھی معمولی ہوتی ہے جو حالات کے اتار چڑھاؤ سے رونما ہوتی ہے اور کبھی ہمہ گیر ہوتی ہے جو ایک دَور کے بعد دوسرے دور کے آنے سے ظہور پذیر ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں زیادہ کد و کاوش کی ضرورت نہیں پڑتی ہے بلکہ چند احکام و مسائل کے موقع و محل میں تبدیلی سے کام چل جاتا ہے۔

لیکن دوسری صورت میں چند مسائل پر بات نہیں ختم ہوتی ہے بلکہ اس کے لئے قانونی نظام کو نئے انداز میں ڈھالنے اور نئے قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

معاشرے میں جب توانائی ہوتی ہے اور رہنماؤں میں صلاحیت کے ساتھ ذمّہ داری کا احساس ہوتا ہے تو ترتیب و تدوین کا کام بڑی خوش اسلوبی سے انجام پاتا ہے، لیکن جب معاشرہ کمزور و ناتواں ہوتا ہے، ادھر رہنماؤں میں بحیثیتِ مجموعی قومی و ملّی مفاد کا شدید احساس نہیں ہوتا ہے یا ذاتی و گروہی اقتدار کے تحفظ کی زیادہ فکر ہوتی ہے تو مذکورہ کام میں بڑی حوصلہ شکنی ہوتی ہے، اور ایک عرصہ تک مستقل و مسلسل جد و جہد کے بغیر کام کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔

مسلم قوم کے زوال نے ایک نئے دور کو جنم دیا ہے

مسلم قوم کے زوال نے ایک نئے دور کو جنم دیا ہے جس کے نظریات نے ایمان و اعتقاد کی بنیادیں ہلا دی ہیں اور معاشرہ کی جدید تشکیل نے مذہب و زندگی کے ہر شعبہ میں بے شمار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نئے مسائل پیدا کردیئے ہیں۔

پہلے جو کام ایک گوشہ میں ہوا کرتا تھا اب اس کے لئے ایک وسیع دنیا وجود میں آگئی ہے، پہلے ایک فرد کی صلاحیت کافی ہوتی تھی اب تقسیم کار کے بغیر چارہ نہیں رہ گیا ہے، پہلے تجدیدِ دین کی بات ایک معاشرہ تک محدود تھی اب اس کا تعلق ایک "دور" سے ہوگیا ہے۔

ایسی حالت میں کسی ایک تنظیم وتحریک سے ملت کی تمام ضرورتوں کو وابستہ کرنا کس قدر ناتجربہ کاری ہے، اور خود تنظیم وتحریک کا ملت کے ہر گوشہ میں رہنمائی کا مدعی بننا کس قدر خود فریبی ہے؟

جو جس کا میدان ہے بس اسی تک اپنی جولانیوں کو محدود رکھے اگر کسی اور میدان میں دست درازی کا ارادہ ہو تو پہلے سے سبکدوشی کا اعلان کردے ورنہ کام کسی میدان میں نہ ہوگا اور نام ہر ایک کی فہرست میں آجائے گا۔

قوم وملت کو اپنے رہنماؤں سے یہی توقع رکھنی چاہیئے کہ ان کے پیش نظر کام ہے محض نام نہیں ہے،

مسلم قوم کی موجودہ حالت

اس وقت مسلم قوم کا حال ایک ایسے مریض کا ہے کہ جس کے آثارِ صحت نمایاں ہیں لیکن کمزوری بدستور باقی ہے، جب کوئی مریض روبصحت ہوتا ہے تو صرف دواؤں سے کام نہیں چلتا ہے بلکہ معتدل انداز میں غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اگر اس کو غذا نہ پہونچائی گئی تو نقاہت کی وجہ سے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہوجائے گا، اور پھر دوا پینے سے بھی انکار کردے گا۔

اور اگر خدانخواستہ ضد میں آکر طبیب کی ہدایت کے خلاف خود ہی غذا استعمال کرنے لگا تو بدپرہیزی کی وجہ سے اس کی زندگی کا جو حشر ہوگا وہ الگ رہا سوچنے کی بات یہ ہے کہ پھر طبیب وتیماردار کا کیا مصرف باقی رہے گا؟ جب شاخ ہی پر دوسروں کا قبضہ ہوجائے گا تو آشیانہ کیسے برقرار رہے گا۔؟

جب وہ توانا تھی تو اس کو نئی غذا کی ضرورت نہ تھی

جس وقت مسلم قوم قوی اور توانا تھی اس وقت نئی غذا کی ضرورت تھی اور نہ موجودہ غذا کے لئے نئے ڈبے اور پیکیٹ درکار تھے بلکہ ملکی اور معاشرتی قوانین کا جو ذخیرہ موجود تھا وہ وقت اور موسم کے لحاظ سے کافی تھا اور حسب ضرورت استعمال کرنے میں آزادی تھی،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر ایسے حالات سے دوچار ہوئی کہ اس کی زندگی کا سب کچھ لُٹ گیا وہ بیمار ہوئی اور بیماری آخری ڈگری تک پہونچ گئی، لیکن چوں کہ اس کی روح میں وحی الٰہی کی آواز سرایت تھی اس بنا پر جان بچانے میں کامیاب ہوگئی۔ اس اثنار میں دوسری ضعیف و ناتواں قوم اس کی زندگی کے روشن اور تاریک پہلو سے روشنی اور عبرت حاصل کرکے قوی و توانا بن گئی، اُس نے زمانہ کا رُخ موڑا اور ایک نئے دور کا آغاز کیا۔

اب جبکہ مسلم قوم نے رو بصحت ہو کر زندگی میں دوبارہ قدم رکھنا چاہا تو وہ دور ختم ہو چکا ہے جس کا آغاز خود اس نے کیا تھا اور وہ دنیا لُٹ چکی ہے جس کو اپنے ہاتھوں بنایا اور سجایا تھا۔

پچھلا دور اپنی شکل میں پھر واپس نہیں آتا ہے

قانونِ فطرت کے مطابق کوئی "دور" اس طرح نہیں ختم ہوتا ہے کہ وہ دوبارہ اپنی شکل میں واپس آجائے اور کوئی دنیا اس لئے نہیں لُٹتی ہے کہ وہ اپنی حالت پر پھر آباد کی جائے، یہ دنیا عالمِ کون و فساد ہے یہاں ہر بگاڑ کے ساتھ بناؤ اور ہر تخریب کے ساتھ تعمیر ہے، خود فطرت ہر گوشہ میں کاٹ چھانٹ کرتی ہے اور خوب سے خوب تر شئی کو فٹ کرتی ہے، جب کوئی شئے ایک جگہ فٹ ہوگئی تو کمتر شئے کے لئے وہ جگہ نہ چھوڑے گی بلکہ قبضہ کے لئے اس سے بلند و برتر شئے کا ہونا ضروری ہے۔

اس بنا پر یہ توقع فضول ہے کہ سابق دور واپس آجائے گا اور اس کے معاشرہ میں ملکی و معاشرتی قانون علیٰ حالہٖ نافذ ہوں گے۔ (سابق دَور سے مراد اس کی عمارت ہے نہ کہ معنوی و روحانی خصوصیت کہ جس کی واپسی ہی میں فلاحِ عالم کا مدار ہے)

نئی دنیا کو قبول کئے بغیر چارہ نہیں ہے

جس نئی دنیا میں اس نے قدم رکھا ہے اگر اس میں رہنا اور چلنا ہے (اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے) تو اس کے احساسات و خیالات کو سمجھنا ضروری ہے اور تقاضوں و مطالبوں کو قبول کرنا ناگزیر ہے۔ حصولِ مصالح اور دفعِ مضرت کی بہت سی شاہراہیں تعمیر ہو چکی ہیں، معاشی اسکیموں اور فلاحی تجویزوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے، صنعت و حرفت کی وسیع پیمانہ پر تنظیم ہوگئی ہے اور تجارت وغیرہ کی نئے انداز میں تشکیل ہو چکی ہے۔

بات صرف حاجت و ضرورت پر نہیں ختم ہوتی ہے بلکہ جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت کا سوال ہے اور زندہ رہنے کے لئے زندگی کے موجودہ سر و سامان سے آراستہ ہونے کا معاملہ ہے،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملکی و معاشرتی قوانین میں اضافہ اور تبدیلی کی ضرورت ہے

ادھر ہمارے ملکی و معاشرتی قوانین میں بعض ایسے ہیں جن کا دور ختم ہو چکا ہے اور بعض ایسے ہیں جن کی دنیا لُٹ چکی ہے اور بہت سے وہ ہیں جن کے لئے نیا قالب تیار کئے بغیر چارہ نہیں ہے،

نیز موجودہ دور کے بہت سے قوانین اپنے ذخیرہ میں شامل ہونے کے لائق ہیں اور بہت سے معاملات کے لئے نئے قوانین وضع کرنے کی ضرورت ہے۔

قانون کی ترتیب و تنظیم کا یہ کام اگر معاشرتی تبدیلی کے اتار چڑھاؤ سے متعلق ہوتا تو زیادہ کدوکاوش کی ضرورت نہ تھی، چند احکام و مسائل کے موقع و محل میں تبدیلی سے کام چل جاتا اور اس کے ذریعہ وقت کی ضرورتیں پوری ہوتی رہتیں جیسا کہ تاریخ میں اس کی نظیریں موجود ہیں۔

لیکن اس وقت کا کام مستقل دور کی تبدیلی سے متعلق ہے اس بنا پر چند مسائل کے اُلٹ پھیر سے بات نہ بنے گی، بلکہ فروعی نظام میں ترمیم و تنسیخ اور اضافہ کے ساتھ اس کو جدید انداز میں ڈھالنا ہے۔ اور اصولی نظام کی حفاظت کے ساتھ اس کو نئی ترتیب و تنظیم کا جامہ پہنانا ہے، ظاہر ہے یہ کام مستقل اور مسلسل جد وجہد کے بغیر نہیں انجام پا سکتا ہے۔

معاشرہ شریعت سازی کی بنیاد ہے

"معاشرہ" شریعت سازی کی بنیاد ہے اور احوال و مصالح عمارت تعمیر کرنے کے سامان، جب معاشرہ میں تبدیلی ہوگی تو لازمی طور سے احکامِ شرعیہ کی شکل و صورت بدلے گی۔ اور جب احوال و مصالح باقی نہ رہیں گے تو ان سے بنی ہوئی عمارت بھی ختم ہو جائے گی۔

ہدایتِ الٰہی نے ہمیشہ "شرائع" کے نزول میں بنیاد و سامان دونوں کا لحاظ کیا ہے اور اسی وجہ سے شرائع و مناہج کے اختلاف کو برقرار رکھا ہے۔

جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی زمانہ میں ان کا لحاظ نہ کیا گیا تو شریعت اور معاشرہ کا رشتہ منقطع ہو جائے گا، پھر شریعت زندگی سے کنارہ کشی پر مجبور ہو گی اور یا اس کی چاکری میں مشغول رہے گی۔

ہدایت کے بنیادی قواعد میں نئے احوال و ظروف کی جگہ موجود ہے

جب تک نزولِ شرائع کا سلسلہ جاری رہا ہدایت نے صرف زمانۂ نزول کے معاشرہ کو اپنا مطمحِ نظر بنایا اور جب یہ سلسلہ بند ہوا تو ہدایت کے بنیادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قواعد میں تمام ان نئے احوال و ظروف کو بھی جگہ دی گئی جو بعد میں ظہور پذیر ہونے والے تھے، چنانچہ نزولِ ہدایت کے وقت عرب کا معاشرہ سادہ تھا، عقلی موشگافی اور تمدنی سج دھج کو اس میں دخل نہ تھا، سادہ ذہن کے مطابق احکامِ شرعیہ نہایت سادگی کے ساتھ عرب کے جسم و بدن پر فٹ آ گئے۔

لیکن جب فتوحات کی کثرت ہوئی اور ایرانی، رومی، کلدانی، حبشی، قبطی، ترکستانی اور سندھی قومیں اسلام کے حلقہ بگوش ہوئیں، یا زیرِ اقتدار آئیں تو وہ اپنا مخصوص معاشرہ اور تمدن ساتھ لائیں۔ ان کے عادات و معاملات مختلف تھے، معاشی و سیاسی نظام میں تفاوت تھا، کہیں ایرانی تہذیب و قانون کو دخل تھا تو کہیں رومی تمدن و قانون کا اثر۔ غرض عجمیوں کے اختلاط سے ایک عجیب کشمکش پیدا ہوئی۔ اور ان کے ساتھ معاملات سے نئی نئی ضرورتیں اُبھریں اور بہت سے نئے مسائل حل طلب قرار پائے، جن کی وجہ سے عرب کی سادگی کو دھکا پہونچا اور احکام کی سادگی کو تمدن کی چاشنی دے کر ان کے دامن کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

دورِ اول میں رہنمایانِ ملت کی رہنمائی

یہ وقت رہنمایانِ ملت کے لئے نہایت نازک اور دشوار گذار تھا، اگر خدا نخواستہ ان پر جمود طاری ہوتا یا اسلام کو آزادی دینے والی قوت کے بجائے اس کو معطل کرنے والی آہنی زنجیر سمجھتے تو اسلام صرف عرب میں محدود ہو کر رہ جاتا اور ہمیشہ کے لئے اس کی عالمگیریت ختم ہو جاتی۔

لیکن فقہائے کرام کو اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ چین نصیب کرے انھوں نے جس انداز سے اسلام کی رہنمائی کے فرائض انجام دیئے اور نئے احوال و ظروف کو جس ہمت کے ساتھ ہدایت کے وسیع دامن میں سمیٹا کہ قانون کی تاریخ اور ملی خدمات میں اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔

چنانچہ احکام و قوانین کا جو ذخیرہ ہمارے پاس موجود و محفوظ ہے اس کی وسعت و تنوع کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ہارون الرشید کی سلطنت جو سندھ سے ایشیائے کوچک تک پھیلی ہوئی تھی وہ انہیں احکام و قوانین پر قائم تھی اور اس دور کے تمام واقعات و معاملات انہیں کے مطابق فیصل ہوتے تھے۔

ہدایت کی پالیسی "امالہ" کی ہے "ازالہ" کی نہیں۔

معاشرتی یا نئے احوال و ظروف کی رہنمائی میں ہدایتِ الٰہی کی پالیسی "ازالہ" کی کبھی نہیں رہی بلکہ ہمیشہ وہ "امالہ" ہی کی حکمت پر کاربند رہی ہے، یعنی تاریخ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے کسی دور میں ایسی کوئی نظیر نہیں ملتی ہے کہ "ہدایت" نے معاشرہ کے مروجہ احکام و مراسم یا مرغوبات و مالوفات کے بارے میں شمشیرِ بے نیام ہو کر فیصلہ کیا ہو کہ جو بات مروّج دیکھی اس کو ختم کر دیا اور جو چیز لوگوں کی پسندیدہ ہوئی اس سے روک دیا بلکہ ہمیشہ اس نے لوگوں کی نفسیات اور مزاجی کیفیات کے پیشِ نظر اپنے لئے جو جامہ تیار کیا اس میں تقریباً وہی سب سامان لگایا جو مروّج اور معاشرہ میں موجود تھا، پہلے اس نے روح پھونکی اور نقشہ میں اُتارا پھر اپنے سانچہ میں ڈھال کر قبول کر لیا۔

عرب کا معاشرہ آخری ہدایت کا تشریعی مادہ ہے

دور جانے کی ضرورت نہیں ہے آخری ہدایت نے شریعت کے نام سے ملکی و معاشرتی قوانین کا جو جامہ تیار کیا ہے اس میں عرب کے معاشرہ ہی کی ساخت و پرداخت کو دخل ہے، جس طرح ہر زمانہ کا معاشرہ اس وقت کی ہدایت کا تشریعی مادہ ہوتا تھا، اسی طرح عرب کا معاشرہ آخری ہدایت کا تشریعی مادہ قرار دیا جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہدایت کے بنیادی قواعد میں بعد کی ہونے والی تبدیلیوں کو سمیٹنے کی نہ صرف گنجائش اور وسعت ہے بلکہ حوصلہ افزائی اور تاکید ہے کہ اس کے بغیر عالمگیریت پر حرف آتا ہے اور اسلام صرف ایک دور میں محدود ہو جاتا ہے۔

استفادہ کی بہت سی راہیں ہیں

جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد فقہائے کرام نے معاشرتی تبدیلیوں کو سمیٹ کر دکھایا اور ہر اس چیز کو قبول کیا جو قبول کرنے کے لائق تھی، ہر اس مالی و معاشی نظام سے استفادہ کیا جس سے استفادہ ملک و ملت کے لئے ضروری یا مفید تھا۔

پھر استفادہ کے سرچشمہ کو کسی ایک راستہ میں مقید نہیں کیا بلکہ قیاس، استحسان، استصلاح اور استدلال وغیرہ بہت سی راہیں نکالی ہیں جن کی طرف اشارہ ہدایت کے بنیادی قواعد میں موجود تھا۔

مشرق کی رہنمائی کا دور ختم ہوا، اب مغرب کی رہنمائی کا دور ہے۔ یہ وہی مغرب ہے جس کی معاشرت پر بداوت غالب تھی، اور تہذیب و تمدن کی چمک دمک سے ناآشنا تھی۔

لیکن اس نے دور کے بدلنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے، معاشرتی تبدیلیوں کے مقابلہ میں "دور" کی تبدیلی زیادہ اہم اور دوررس نتائج کی حامل ہوتی ہے، چنانچہ عبادات و معاملات، معاشیات و سیاسیات، حدود و تعزیرات وغیرہ کا کوئی شعبہ اس کی زد سے محفوظ نہیں ہے۔

© rasailojaraid.com